دعوت وتبلیغ اوراس کے طریق کار

محترمہ عابدہ
ایبٹ آباد

دعوت کے دو بنیادی کردار ہیں، ایک داعی اور دوسرا مدعو۔ تاہم دعوت کی کامیابی کا مکمل انحصار داعی کی ذات پر ہے؛ کیونکہ دعوت کے مضامین خواہ کتنے ہی پر کشش کیوں نہ ہوں، اگر داعی کا طریق دعوت صحیح نہیں ہے اور وہ مخالف کو حالات کے مطابق مختلف اسالیب اختیار کر کے بات سمجھانے کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے، جو بات ایک پہلو سے سمجھ نہیں آتی وہی بات جب دوسرے انداز میں سامنے آتی ہے، تو دل میں اتر جاتی ہے۔ مبلغ کی کامیابی صرف اسی بات میں ہے کہ دوست دشمن سب بھی پکار اٹھیں کہ تو نے ابلاغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

قرآن مجید کے اولین مخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ہیں۔ اس لئے قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وساطت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت کے طریق کار اور اسالیب کی تعلیم دی۔ یہ ایک ایسی انفرادیت ہے، جو اسلام کے علاوہ کسی بھی اور مذہب کو حاصل نہیں، کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو باقاعدہ دعوت وتبلیغ کے اصول پوری شرح وبسط سے بتائے ہوں۔ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں:

''یہ نکتہ کہ کس طرح لوگوں کو سچائی کے قبول کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔ دنیا میں پہلی دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان وحی، ترجمان سے ادا ہوا۔ وہ مذہب بھی جو الہامی اور تبلیغی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کے صحیفوں نے ان کے لئے تبلیغ کے اہم اصول کی تشریح کی ہے، لیکن صحیفہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت اختصار، لیکن پوری تشریح کے ساتھ اپنے پیروؤں کو یہ بتایا کہ پیغام الٰہی کو کس طرح لوگوں تک پہنچایا جائے اور ان کو قبول حق کی دعوت کس طرح دی جائے'' (۱)۔

قرآن مجید نے دعوت کے تین اصول دیئے ہیں:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ (۲)۔

''(اے پیغمبر!) دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف، ساتھ حکمت اور عمدہ نصیحت کے، اور مباحثہ کرو ساتھ اس طریقے کے، جو اچھا ہے''۔

دعوت دین کے یہ تین بنیادی اصول جو قرآن کی نظر میں ہیں، حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریق احسن۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ، داعی اسلام کی حیثیت سے کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قرآن کی عملی تفسیر ہیں اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے دعوتی کردار میں بھی ان اصولوں کا ہی غلبہ نظر آتا ہے۔

دعوت کی کامیابی میں مرکزی کردار داعی کا ہے، داعی جس قدر تربیت یافتہ اور انسانی نفسیات کا ماہر ہوگا اس درجہ اس کی دعوت بھی مؤثر ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کے موثر ہونے کی ایک اہم وجہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذاتی کردار تھا، تو دوسری بنیادی وجہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلوب دعوت تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مخاطبین کی ذہنی استعداد، میلانات، رجحانات اور ان کے خاندانی وعلاقائی پس منظر کو سامنے رکھ کر دعوت کا کام کیا۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسلوب دعوت ایک جاہل، ان پڑھ اور بدّو کے لئے ایک پڑھے لکھے فرد سے مختلف ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوتی زندگی کا مطالعہ ہر داعی اسلام کے لئے اس حوالے سے دلچسپ بھی ہے اور قابل تقلید بھی، کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مخاطب کی صلاحیت کو پیش نظر رکھ کر اس کو دعوت پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کے بعد لوگ مطمئن ہو جاتے تھے۔

دعوتِ دین کا یہ وہ اسلوب ہے جو اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو دعوت دین کے ان ہی اسالیب کی تعلیم دی اور پھر صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایات اور طرزِ عمل کو ہمیشہ پیش نظر رکھا۔

ابو وائل سے روایت ہے:

> "كان عبدالله يذكر الناس في كل خميس، فقال له رجل: يا ابا عبدالرحمنؓ! لو ددت أنك ذكرتنا كل يوم، قال: اما إنه يمنعني من ذلك، أني أكره أن أملّكم، وإني أتخوّلكم بالموعظة كما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السأمة علينا"(۳)۔

> ''عبداللہ بن مسعودؓ لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ سنایا کرتے تھے، ایک شخص نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰنؓ! میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں، تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں، میں بھی اسی طرح ناغہ کر کے تمہیں نصیحت سناتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وقفہ کر کے نصیحت سنایا کرتے تھے۔ تاکہ ہم

بیزار نہ ہوجائیں''۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ دعوت وتبلیغ میں ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدایت اور طرزِ عمل کو پیش نظر رکھتے تھے۔ دعوت وتبلیغ میں دعوت کے پیش کرنے کا ڈھنگ اور اسلوب کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی کسی قوم، قبیلے یا علاقے کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے لوگوں کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو دعوت کے کسی نہ کسی اسلوب کی بھی تعلیم فرمائی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی سے مبلغین اسلام کے لئے تبلیغ کے اصول ملتے ہیں۔ مثلاً:

اصول تدریج

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ میں تدریج کا لحاظ رکھا اور دوسرے مبلغین اسلام کو بھی اصول تدریج کی تلقین فرمائی۔ حکمت تبلیغ کے ضمن میں داعی کا فرض ہے کہ تدریج کے پہلو کو نظر انداز نہ کرے۔ تدریج کا مطلب ہے کہ داعی یکبارگی شریعت کے تمام احکامات کا بوجھ مخاطب کی گردن پر نہ لاد دے، بلکہ آہستہ آہستہ اس کے سامنے سارے احکام پیش کرے۔ تدریج تبلیغ کے لئے لازم ہے، دین ایک نظام ہے اور اس نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش نہ کیا جائے، تو مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوسکتے۔ اسی حقیقت کی طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إنما نزل اول مانزل منه، سورة من المُفصل فيها ذكر الجنة وَالنار، حتى إذا ثاب الناس الى الاسلام، نزل الحلال والحرام، ولو نزل اول شيء: لا تشربوا لخمر لقالوا: لاندع الخمر ابداً، وَلو نزل: لاتزنوا، لقالوا: لاندع الزنا ابداً"(٤).

''قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی، وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے۔ جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آگئے تب حلال وحرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع ہی میں حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو، تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز نہ چھوڑیں گے، اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو، تو لوگ کہتے، ہم زنا نہ چھوڑیں گے''۔

احکام کی ترتیب:

اصول تدریج میں سب سے پہلے توحید ورسالت کی دعوت دی جائے، اس کے بعد عبادات، عبادات میں بھی

اہم، پھر اہم کے اصول کو پیش نظر رکھا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو جب یمن دعوت وتبلیغ کے لئے بھیجا تو احکام کی ترتیب بتاتے ہوئے فرمایا:

"إنك ستأتي قوما من اهل كتاب فاذا جئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لا الـه الا الله وان محمداً رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فان هم اطاعوالك بذلك فأخبرهم ان الله قد فرض عليكم خمس صلوات في كل يوم وليلة، فان هم اطاعوالك بذلك، فاخبرهم ان الله قد فرض عليكم صدقة تؤخذ من اغنيائهم، فترد على فقرائهم، فان اطاعوالك بذلك، فاياك و كرائم اموالهم واتق دعوة المظلوم فانه ليس بينه وبين الله حجاب"(٥)۔

''تم عنقریب اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس پہنچو گے، جب تو ان کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے انہیں یہ دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ اس میں تیری اطاعت کرلیں تو ان کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات کی پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور جب وہ تیری بات مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ نے صدقہ فرض کیا ہے، یہ صدقہ ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا اور جب وہ اس کو تسلیم کرلیں تو دیکھ، چن چن کر ان کا عمدہ مال نہ لے لینا، اور ہاں مظلوم کی بدعا سے ڈرتے رہنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں''۔

قول لین:

داعی دعوت کا کوئی بھی اسلوب اختیار کرے، جب تک وہ مخالف سے نرمی اور خیر خواہی کے جذبہ سے بات نہیں کرے گا، اس کی دعوت مؤثر نہیں ہوگی۔ سختی اور شدت مخاطب کے دل میں نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ جس سے مخاطب اپنی ضد پر اڑ جاتا ہے۔ نتیجتاً دعوت کا سارا فائدہ اور نصیحت کا سارا اثر زائل ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے بدترین مخالفین سے بھی نرم انداز میں گفتگو کرنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون کو جب فرعون کی طرف بھیجا تو ہدایت بھی فرمائی:

﴿إِذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ٥فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى﴾(٦)۔

''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، بے شک اس نے سرکشی کی، اور اس سے نرم انداز سے بات کرو، شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا اللہ سے ڈرے''۔

دعوت وتبلیغ میں رفق کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں اور نہ ہی انبیاء سے بہتر کوئی داعی ہوسکتا۔ ن

سے بڑھ کر کوئی سرکش ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ نرمی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ حضرت طفیلؓ بن عمرو نے اسلام قبول کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ لوگوں کو مسلسل دعوت دیتے رہے، لیکن قوم انکار کرتی رہی۔ بالآخر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! قبیلہ دوس نے مجھے ہرا دیا، میں نے ان کو بہت دعوت دی لیکن وہ ایمان نہیں لائے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے بددعا کریں، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ دوس کے لئے دعا فرمائی:

"اللهم اهد دوسا ارجع إلى قومك فادعهم وارفق بهم"(۷)۔

''اے اللہ! دوس کو ہدایت فرما، (طفیلؓ کو فرمایا) تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ، ان کو دعوت دیتے رہو، لیکن ان کے ساتھ نرمی اختیار کرو''۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس انداز تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ اکثر لوگوں نے اسلام قبول کیا، ۷ھ میں جب حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ قبیلہ دوس کے ستر ۷۰/ یا اسی ۸۰/ گھرانوں کے لوگ تھے۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن مرہ جہنی کو اپنے قبیلہ کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجا تو ان کی دعوت وتبلیغ کا یہ اسلوب تعلیم فرمایا:

"عليك بالرفق والقول السديد ولاتكن فظاولامتكبرا، ولا حسودا"(۸)۔

''نرمی سے پیش آنا، صحیح اور سچی بات کرنا، سخت کلامی اور بدخلقی سے پیش نہ آنا، تکبر اور حسد نہ کرنا''۔

ترغیب وترہیب:

حضرت عبداللہ بن ابی بکر روایت کرتے ہیں کہ بنی حارث بن کعب کے وفد کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم الانصاریؓ کو ان کا ولی مقرر کیا تا کہ ان سے زکوۃ وصدقات کی وصولی کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی تعلیمات سے بھی روشناس کروائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرو بن حزمؓ کو بنی حارث کی طرف ایک طویل مکتوب دے کر روانہ فرمایا، جس میں ان کو اسلامی احکام کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ ان کو دعوت میں ترغیب و ترہیب کا انداز اختیار کرنے کا بھی حکم دیا۔

"ويبشر الناس بالجنة وبعملها، وينذر الناس النار وعملها ويستألف الناس حتى يفقهوا في الدين"(۹)۔

''لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس کے اعمال سے آگاہ کریں، دوزخ سے

ڈرائیں اوراس کے اعمال سے متنبہ کریں، لوگوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آئیں تا کہ وہ ارکانِ دین کواچھی طرح سمجھ لیں''۔

حضرت خالد بن ولیدؓ، جن کو بنی حارث کی طرف تبلیغی مہم پر بھیجا گیا تھا، جب انہوں نے بذریعہ خط اپنی کامیابی کی اطلاع بھیجی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو مزید تبلیغ جاری رکھنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی یہ تلقین بھی فرمائی:

"فبشرّهم وانذرهم" (۱۰)۔ ''تم ان کو جنت کی خوشخبری دو اور ان کو دوزخ سے ڈراؤ''۔

سازگار ماحول:

دعوت کے میدان میں ہر داعی اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیکھے کہ کیا دعوت وتبلیغ کے لئے یہ وقت اور موقع مناسب ہے کیونکہ اگر مخالف اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو تو جذبے کی سچائی اور اندرونی لگن کے باوجود داعی کی دعوت غیر مؤثر ہوگی، اس وقت مناسب یہ ہوگا کہ داعی بحث کو بڑھانے کی بجائے وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب کسی دوسرے موقع پر مخاطب کا ذہن نکتہ چینی کی طرف مائل نہ ہو تو پھر اس کے سامنے حق کو پیش کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره﴾(۱۱)۔

''جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں نکتہ چینی کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں''۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موقع بے موقع دعوت وتبلیغ جیسے نازک کام سے منع کیا ہے۔ جب مخاطب کسی کاروبار یا ایسی دلچسپی میں منہمک ہو، جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں مخاطب داعی کی بات کو کبھی بھی دل کی گہرائیوں اور حقیقی جذبے سے نہیں سنے گا، جو دعوت کی کامیابی کا سب سے لازمی عنصر ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تلقین فرمائی کہ وہ دعوت وتبلیغ کے شوق میں ہر طرح کی مجلس میں نہ جائیں، بلکہ حالات کا جائزہ لیں۔ اگر دعوت کے لئے ماحول سازگار ہو تو دعوت دیں ورنہ مناسب وقت کا انتظار کریں۔

یسّرا ولا تعسرا:

تبلیغ اس وقت قابل قبول ہوگی جب دین کو آسان اور سہولت کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔ دین کو درشت اور مشکل نہ بنانا ہی تبلیغ کی بہترین حکمت ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ

آسانی اور سہولت کے پہلو کو پیش نظر رکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں:

"ماخیّر رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم بین امرین الا أخذ أیسرها، مالم یکن إثماً، فان کان إثما کان ابعد الناس منه، وما انتقم رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لنفسه الا ان تنتهك حرمة اللّٰه؛ فینتقم للّٰه بها"(١٢)۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو اُمور میں اختیار نہیں دیا گیا، مگر یہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو، اگر گناہ ہو تو اس سے تمام انسانوں کی بہ نسبت زیادہ دور ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا، مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہوتو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی خاطر انتقام لیتے"۔

انسان طبعاً سہولت پسند ہے، اس لئے داعی کا فرض ہے کہ وہ دین کو مشکلات کا مجموعہ نہ بنائے، بلکہ جہاں تک ممکن ہو، دینی زندگی کو لوگوں کے لئے آسان بنا کر پیش کرے۔ دینی معاملات میں تشدد پسندی اور سختی سے حتی الوسع پرہیز کرے۔ اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو جو حل سب سے آسان ہو، اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرزِ عمل سے اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

حواشی

(١) سیرت النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم : ٩١/٤، (٢)النحل: ١٢٥، (٣) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة: ١٧/٧، (٤) ایضاً، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن، ج: ٤٩٩٣، ص: ٨٩٦، (٥) طٰهٰ: ٤٤،٤٣،٢٠، (٧)ابن هشام، "السیرة النبویة" قصة اسلام الطفیلؓ بن عمرو الدوسی: ٤٢٢/١، داراحیاء التراث العربی، بیروت، (٨)ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل ابن عمر، البدایة والنهایة: ٣٥١/٢، المکتبة القدوسیة، لاهور، (٩)ابن هشام، اسلام بنی الحارث بن کعب: ٢٥٠/٤، تاریخ الامم والملوك: ١٥٧/٣، واقعات ١٠هـ۔ (١٠)الانعام: ٦٨، (١١) الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ج: ٦٩٠، ص: ٥٥٥، (١٢) صحیح مسلم، ج: ٦٠٤٥، صحیح بخاری، ج: ٦١٢٦۔

(جاری ہے.....

☆☆......☆☆